Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 4.94
ISSN No. 2456-1665

Urdu Afsane ke Badalte Rujhanaat

اُردو افسانے کے بدلتے رجحانات

Dr. Ansari Masood Akhtar
Asst. Prof. & Head ,Dept. of Urdu
MSS's Ankushrao Tope College, Jalna (M.S.

ڈاکٹر انصاری مسعود اختر ندوی
اسسٹنٹ پروفیسر و صدر شعبہء اُردو
انکوش راؤ ٹوپے کالج، جالنہ (مہاراشٹر)

ناول کی طرح مختصر افسانہ بھی اُردو میں انگریزی اثر سے آیا ہے۔ ناول اس کے آنے کے بعد بھی برابر لکھے جاتے ہیں لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اس نے پڑھنے والوں کے دلوں پر زیادہ قبضہ کر لیا اور ناول اس کے مقابلے میں ایک گمنام چیز بن کر رہ گیا۔ مختصر افسانے کی ابتدا ایک ایسے زمانے میں ہوئی۔ ہندستانی سماج میں سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی حیثیت سے خاصا انتشار سا پھیلا ہوا تھا اور قومی رہنما اس انتشار سے گھبرا کر ملک میں نئی تحریکیں پھیلا کر عوام میں اپنے مٹتے ہوئے تمدّن کی محبت اور اس کی جگہ لینے والے ایک نئے نظام کی طرف سے محبت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف تھے اور ایسے۔ جو براہِ راست کسی جد وجہد میں حصّہ نہیں لے سکتے ان کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ یہی دن تھے۔ مختصر افسانہ اُردو میں آیا۔

اُردو افسانے کے ارتقاء کو ہم مندرجہ ذیل ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1۔: ۱۹۰۰ تا ۱۹۳۵ء

2۔: ۱۹۳۶ تا ۱۹۶۰ء

3۔: ۱۹۶۱ تا ۱۹۸۰ء

4۔: ۱۹۸۰ تا حال

اُردو کے پہلے افسانہ نگار کون ہیں؟ اس سلسلے میں ناقدین اپنی مختلف رائے رکھتے ہیں۔ کچھ نقاد پریم چند کو پہلا افسانہ نگار مانتے ہیں تو کچھ نقاد سجاد حیدر یلدرم کو پہلا افسانہ نگار تسلیم کرتے ہیں۔

سجاد حیدر یلدرم نے پریم چند سے قبل افسانے لکھنا شروع کر دیئے تھے انکا افسانہ 'نشہ کی پہلی ترنگ' معارف، علی گڑھ ۱۹۰۰ء میں شائع ہو چکا تھا اور پریم چند کا پہلا اُردو افسانہ 'دُنیا کا سب سے انمول رتن'، جو زمانہ ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔ اُردو کے پہلے افسانہ نگار کے تعلق سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ :

> "اُردو کا پہلا افسانہ پریم چند کا "انمول رتن" نہیں بلکہ یلدرم (سجّاد حیدر) کا "نشہ کی پہلی ترنگ" ہے۔ اس لیے کہ خود پریم چند کے مطابق ان کا پہلا افسانہ 'زمانہ' میں ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا لیکن اس سے سات سال پہلے یلدرم کا افسانہ 'معارف' علی گڑھ ۱۹۰۰ء میں موجود ہے۔"

اُردو افسانے کی ابتداء میں افسانے کے دو رجحانات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ پہلا رجحان حقیقت نگاری اور اصلاح پسندی ہے اس رجحان کی علمبرداری پریم چند کر رہے تھے، دوسرا رجحان رومانیت اور تخیل پرستی کا ہے جس کی قیادت سجاد حیدر یلدرم کر رہے تھے۔ اُردو کا پہلا اہم اور افسانے کی فن و تعریف پر اُترنے والا افسانہ نگار کون ہے یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا، سجاد حیدر یلدرم اور پریم چند دونوں کا شمار اُردو افسانے کے بانیوں میں کیا جاتا ہے۔

الف) حقیقت نگاری اور اصلاح پسندی کا رجحان :

پریم چند نے سب سے پہلے اُردو افسانے کو زندگی کی حقیقتوں سے براہِ راست روشناس کرایا اور اسے قومی جذبات، ذہنی کشمکش اور دیہاتوں کی معاشی وسماجی تبدیلیوں کا ترجمان بنایا۔ انھوں نے متوسط طبقہ اور دیہاتوں کی معاشی وسماجی زندگی کی موثر تصویریں پیش کیں۔ کسانوں کی زندگی میں پیش آنے والی حقیقتوں کو اپنے افسانے کا موضوع بنایا ان کے افسانوں میں، ماضی کی عظمت اور روحانی صفات کی محبت ملتی ہے۔ ان میں سیاسی اور قومی شعور کے ساتھ ساتھ مقامی رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ پریم چند نے اپنے افسانوں کے ذریعے عوام کے سیاسی وسماجی شعور کو بیدار کیا ہے۔

۱۹۰۷ء میں ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ، سوزِ وطن، منظر عام پر آیا۔ دودھ کی قیمت، پوس کی رات، بڑے گھر کی بیٹی، نمک کا داروغہ، شطرنج کی بازی، عیدگاہ، حجِ اکبر، نجات، دو بیل، شکوہ شکایت، نئی بیوی، آخری تحفہ، سوا سیر گیہوں وغیرہ ان کے کامیاب افسانے ہیں۔ افسانہ 'کفن' پریم چند شاہکار افسانہ کہلاتا ہے۔

پریم چند حقیقت پسند روایت کو آگے بڑھانے والوں میں علی عباس حسینی کا شمار ہوتا ہے۔ علی عباس حسینی نے دیہاتی زندگی کے دُکھ درد کو اپنے افسانوں میں سمویا ہے۔ علی عباس حسینی کے افسانوں میں طبقاتی نفسیات، محبت کا انتشار اور ازدواجی زندگی کی ناکامی جیسے موضوعات نظر آتے ہیں۔ علی عباس حسینی کے یہاں دیہات کا دُکھ اور کرب بھی نظر آتا ہے۔ رفیق تنہائی، میلہ گھومنی، انسپکٹر کی عید، کڑوا گھونٹ، آئی۔ سی۔ ایس، باسی پھول ہمارا گاؤں، مقابلہ، پاگل، ہار جیت، کنجی، انتقام، نور ونار، وغیرہ علی عباس حسینی کے افسانے ہیں۔

پریم چند کے حقیقت پسندی کی نمائندگی کرنے والوں میں افسانہ نگار سدرشن نے ہندستانی معاشرے میں بالخصوص متوسط طبقے کے ہندو سماج میں پائے جانے والی برائیوں کو اپنے افسانے کا موضوع بنایا۔ سدرشن نے دیہات کے بجائے شہروں میں رہنے والے متوسط ہندو گھرانوں کی زندگی کی عکاسی اپنے افسانوں میں کی ہے۔ "سدابہار پھول'، 'چندن'، 'من کی موج'، 'قوسِ قزح' اور 'طائرِ خیال' وغیرہ اُن کے افسانوی مجموعے ہیں۔

اعظم کریوی نے کسانوں کی حسرتوں، مایوسیوں اور ناکامیوں کو اپنے افسانوں میں بڑے سلیقے سے پیش کیا ہے ان افسانوں میں سیاسی و اقتصادی مسائل کے ساتھ ساتھ رومانی فضاء بھی ملتی ہے۔ 'ہیرو'، 'لیڈر'، 'گناہ کی گٹھری'، 'لاج'، 'انصاف'، 'کنول' ان کے اہم افسانے ہیں۔

سلطان حیدر جوش کے افسانے مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے اثرات کے خلاف ایک احتجاج کی شکل میں سامنے آتے ہیں۔ سلطان حیدر جوش نے مسلمانوں کی تہذیبی ومعاشرتی، اصلاح کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا 'مادرزاد'، 'مساوات'، 'پھر بھی عمر قید'، 'عالم ارواح'، 'خواب وخیال'، 'ہاں نہیں' ان کے کامیاب افسانے ہیں۔

علی عباس حسینی سدرشن، اعظم کریوی، سلطان حیدر جوش کے علاوہ راشد الخیری، حامد اللہ افسر وغیرہ، ایسے افسانہ نگار ہیں جنھوں نے پریم چند کے حقیقت نگاری اور اصلاح پسندی کے رجحان کی نمائندگی کی اور اُردو ادب کو کامیاب افسانے دیئے۔

ب: رومانیت اور تخیل پرستی کا رجحان

اُردو افسانے کے ابتدائی دور کے اور پریم چند کے ہم عصر افسانہ نگار سجاد حیدر یلدرم نے رومانیت اور تخیل پرستی کا رجحان رکھنے والے افسانہ نگاروں کی قیادت کی اور اُردو افسانے کو رومانیت پسندی سے آشنا کیا۔ سجاد حیدر یلدرم کو ترکی ادب سے خاص لگاؤ تھا جس کے گہرے نقوش ہم اُن کے افسانوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ سجاد حیدر یلدرم نے فطرت اور عورت کے حسن کو اپنے رومانی افسانوں کا موضوع بنایا 'جہاں پھول کھلتے ہیں' 'مکاتیب'، 'معینہ سے التجا'، 'میں چاہتا ہوں'، 'قلوپطرہ'، 'قارہ کو دیکھ کر'، 'سودائے سنگین'، 'ویران صنم خانے'، 'میرے آستانے والے'، 'جہاں پھول کھلتے تھے'، 'میرے بعد' وغیران کے اہم افسانے ہیں۔ رومانیت اور تخیل پرستی کے رجحان کو آگے بڑھانے والوں نیاز فتح پوری، مجنوں گورکھپوری اور حجاب امتیاز علی پیش پیش رہے۔

نیاز فتح پوری کے افسانوں میں سکون وخاموشی کے بجائے اضطراب اور ہیجان کی فضاء ملتی ہے۔ نیاز فتح پوری کے ابتدائی افسانے خالص رومانی اور نشاطیہ ہیں، لیکن آگے چل کر انھوں نے سماج کی بدعنوانیوں اور ان کی اصلاح کو اپنا موضوع بنایا 'زہرِ محبت'، 'کیوپیڈ اور سائیکی'، 'چند دن بمبئی میں'، 'مکتوب'

رقاصہ سے'، 'ایک پارسی دوشیزہ کو دیکھ کر'، 'وغیرہ ان کے اہم افسانے ہیں۔ مجنوں گورکھپوری کے افسانوں کا موضوع محبت ہے لیکن وہ حسن و عشق کو فلسفیانہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ محبت کے نتیجے میں ملنے والی مایوسی، ناکامی، تلخی، گھٹن، بے وفائی کے مناظر انکے افسانوں میں نظر آتے ہیں۔ 'شکست کے بعد'، 'تم میرے ہو'، 'خواب وخیال'، 'بے گانہ'، 'سمن پوش'، 'محبت کی قربانیاں'، 'محبت' وغیرہ ان کے اہم افسانے ہیں۔

حجاب امتیاز علی کے افسانے مغرب کے رومان سے متاثر نظر آتے ہیں وہ اپنے افسانوں کی فضاء اور پس منظر کو رومان پرور بنانے پر زور دیتی ہیں۔ 'میری ناتمام محبت' ان کا اہم افسانہ ہے۔ ۱۹۳۰ء کے بعد اردو میں روسی زبانوں کے ترجمے بڑے پیمانے پر ہوئے اُردو افسانے کو روسی، فرانسیسی، جاپانی، اور انگریزی اور مختلف زبانوں کے اُردو افسانوں کے تراجم سے بڑی وسعت ملی ان ترجموں نے اُردو افسانہ نگاروں کو بھی متاثر کیا اور انھیں موضوع کے انتخاب، پلاٹ کی تعمیر، ڈرامائی اختتام، تکنیک کے تنوع اور مقصدیت کی طرف متوجہ کیا۔ منصور احمد اور حامد علی خان نے دوسری زبانوں کے افسانوں کے ترجمے کئے۔

۱۹۳۲ء میں افسانوں کا مجموعہ 'انگارے' منظر عام پر آیا معاشرے میں پائی جانے والی فرسودہ روایات کے خلاف گھٹن کا احساس ہونے لگا اس ناآسودگی اور گھٹن کا اظہار 'انگارے' کی شکل میں ہوا یہ سجاد ظہیر، رشید جہاں، احمد علی، اور محمود ظفر کے افسانوں کا مجموعہ تھا۔ قدیم معاشرے اور اخلاق و قوانین کے خلاف بغاوت کے علاوہ نفسیاتی مسائل کو ان افسانوں میں پیش کیا گیا ہے۔ انگارے نے اپنے عہد کی انسانی زندگی کی عکاسی کی ہے۔

۱۹۳۵ء کے آخر میں پریم چند نے اپنا بہترین افسانہ 'کفن' لکھا پریم چند کا افسانہ کفن اُردو افسانے کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ سماجی حقیقت نگاری کی بہترین مثال ہے۔ مسلسل بھوک، استحصال اور سماجی جبر انسان سے کس طرح بنیادی اوصاف چھین لیتے ہیں اس کی عکاسی پریم چند نے اس افسانے میں کی ہے۔

2 : ۱۹۳۶ء تا ۱۹۶۰ء

ترقی پسند تحریک اُردو ادب کی سب سے مقبول تحریک ہے۔ اس تحریک نے اُردو ادب پر گہرا اثر ڈالا ہے یہ تحریک ادب برائے زندگی کا فلسفہ لے کر آئی تھی۔ ترقی پسند رجحان کے افسانہ نگاروں نے طبقاتی کشمکش، سماجی انتشار، اخلاقی اقدار کا کھوکھلا پن، افلاس، جنسی گھٹن، رجعت پرستی وغیرہ جیسے موضوعات سے اُردو افسانے کو روشناس کرایا۔ ترقی پسند رجحان رکھنے والے نمائندہ افسانہ نگاروں میں کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، حیات اللہ انصاری، عصمت چغتائی، خواجہ احمد عباس، سہیل عظیم آبادی، سعادت حسن منٹو، اوپیندر ناتھ اشک، احمد ندیم قاسمی، اختر اورینوی، دیویندر ستیارتھی، وغیرہ ہیں۔

کرشن چندر نے اپنی جذباتی، رنگین، شریں اور جاندار زبان میں زندگی کے درد و کرب کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا خاص طور سے سماج کے ستائے ہوئے طبقات کے مسائل بڑے اچھے انداز میں بیان کئے ہیں۔ نظارے، زندگی کے موڑ پر، ٹوٹے ہوئے تارے، ان داتا، تین غنڈے، اجنتا سے آگے ہم وحشی ہیں، دل کسی کا دوست نہیں وغیرہ ان کے افسانوں کے قابل ذکر مجموعے ہیں۔ کالو بھنگی، بالکونی، ان داتا، مہالکشمی کا پل، زندگی کے موڑ پر، دو فرلانگ لمبی سڑک وغیرہ ان کے اہم افسانے ہیں۔

راجندر سنگھ بیدی نے اپنے افسانوں کے موضوعات اپنے گرد و پیش کی زندگی سے چنے تھے۔ ان کے افسانوں میں زندگی کا گہرا مشاہدہ اور انسانی فطرت و نفسیات کا عمیق مطالعہ پایا جاتا ہے۔ ان کی کہانیاں اپنے اندر فنی ندرت، ذہانت، اور سماجی شعور رکھتی ہیں اور ذہن پر دیرپا اثر چھوڑ جاتی ہے۔ لاجونتی، گرہن، اپنے دُکھ مجھے دے دو، سلیب وغیرہ ان کے اہم افسانے ہیں۔

حیات اللہ انصاری کے افسانوں کا بنیادی موضوع ہندوستان کی سماجی پستی اور معاشی بدحالی ہے ان کے افسانوں میں ایک خاص فلسفیانہ نقطہ نظر پایا جاتا ہے۔ آخری کوشش انکا نمائندہ افسانہ ہے اور اُردو کا ایک بہترین افسانہ کہلاتا ہے۔ آخری کوشش انکا نمائندہ افسانہ اور اُردو کا ایک بہترین افسانہ کہلاتا ہے آخری کوشش، ڈھائی سیر آٹا، سہارے کی تلاش، کمزور پودا، بھرے بازار میں، انوکھی مصیبت، شکستہ کنگورے ان کے اہم افسانے ہیں۔

عصمت چغتائی نے متوسط طبقے کے مسلمان گھرانوں کی اخلاقی، معاشی اور ذہنی زندگی کی بہترین عکاسی کی ہے عصمت نے اپنے افسانوں میں عام معاشرتی اقدار پر جارحانہ انداز میں طنز کیا ہے۔ چوتھی کا جوڑا، بچھو پھوپی، عشق پر زور نہیں، لحاف، ننھی کی نانی، گیندا، دو ہاتھ، جڑیں ان کے کامیاب افسانے ہیں۔

خواجہ احمد عباس زندگی کی تعبیر صرف ترقی پسند نظریات کی روشنی میں کرتے ہیں سیاسی مسائل اور سیاسی الجھنیں، ان کے افسانوں کے خاص موضوعات ہے اسکے علاوہ متوسط طبقہ کی سماجی معاشی کشمکش، افراد کی پریشانیاں، اور ذہنی الجھنیں وغیرہ کو بھی انھوں نے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا 'ابابیل'، 'ملکیہ پائلی چاول'، 'سردار جی'، 'گیہوں اور گلاب'، 'شکر اللہ' کا ان کے اہم افسانے ہیں۔

سہیل عظیم آبادی نے بہار کے کسانوں کی دُکھ بھری زندگی اور گھریلو زندگی کے مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ 'چار چہرے'، 'الا' اور 'نئے پرانے' ان کے افسانوی مجموعوں کے نام ہیں۔

سعادت حسن منٹو اُردو افسانہ نگاری کی دُنیا کا بڑا نام ہے۔ اپنے افسانوں میں وہ جنسی کج روی کو موضوع بناتے ہیں منٹو نے عیش و عشرت میں سر مست نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں، طوائفوں اور سماج کے گرے ہوئے لوگوں کی زندگیوں کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ 'نیا قانون'، 'پھندے'، 'ٹوبہ ٹیک سنگھ'، 'کالی شلوار'، 'بو'، 'موذیل'، 'ٹھنڈا گوشت' وغیرہ ان کے اہم افسانے ہیں۔

اوپندر ناتھ اشک کے افسانوں پر پریم چند کی طرح اخلاقی اور اصلاحی نقطہ نظر چھایا ہوا ہے۔ سیاسی شعور اور اصلاحی نقطہ نظر ان کے افسانوں میں جا بجا نظر آتا ہے۔ 'ڈاچی'، 'کونپل'، 'قفس'، 'ناسور' ان کے افسانوی مجموعے ہیں۔ 'کھلونے'، 'کاکڑاں کا تیلی'، 'بیگن کا پودا' وغیرہ ان کے اہم افسانے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی دیہاتی زندگی کے مسائل دُکھ درد، بھوک مری، افلاس، قحط، سیلاب، اور غربت کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ قاسمی کے قابل ذکر افسانے، چوپال، نمک حلال، کفارہ، ہیروشیما سے پہلے، ہیروشیما کے بعد، گونج وغیرہ ان کے اہم افسانے ہیں۔

اختر اورینوی نے بہار کے دیہاتوں کے مسائل پر افسانے لکھے۔ دیہاتی زندگی اور شہری زندگی کے نچلے طبقے کو وہ اپنے افسانوں کا موضوع بناتے ہیں۔ اسکے علاوہ اختر اورینوی نے جنسی مسائل پر افسانے لکھے۔ ان کے اہم افسانوں میں 'ہمچاری'، 'گنّاری کے لنڈے'، 'اگلا پڑاو'، 'جگنو ہی جگنو'، 'پرانے پلے' وغیرہ ان کے اہم افسانے ہیں۔

غلام عباس نے متوسط طبقے کی شہری یا دیہی زندگی کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا، آنندی، اُن کا شاہکار افسانہ ہے۔ 'اسکی بیوی'، 'اور کوٹ'، 'فینسی ہیر کٹنگ سیلون'، 'سایہ' وغیرہ اُن کے اہم افسانے ہیں۔

اختر انصاری کے افسانوں میں موضوع کا تنوع ملتا ہے۔ جس سے انھوں نے اپنے آپ کو کسی خاص موضوع یا رجحان سے وابسطہ نہیں کیا۔ 'بھول بھلیّاں'، 'انار کلی'، 'تنکیے سائے'، 'کانٹے اور کلیاں'، 'اُن کے اہم افسانے ہیں۔ وطن کی آزادی اور تقسیم کے موضوع پر قتل و غارت گری اور فرقہ وارایت کے جو مناظر پیش آئے ان کی دردناک، تصویریں ہمیں اُردو افسانوں میں بڑی تفصیل سے ملتی ہیں خاص طور سے قرۃ العین حیدر، منٹو، انتظار حسین، اور قدرت اللہ شہاب نے بہترین انداز میں قتل و غارت گری اور بہمانہ درندگی کی تصویریں پیش کی ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے بہت سے افسانہ نگاروں نے بھی ان واقعات کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ آزادی کے بعد افسانہ نگاروں نے بہت سے اہم اور کامیاب افسانے لکھے۔

۱۹۳۶ تا ۱۹۶۰ ء کے دور میں اُردو افسانہ موضوع اور تکنیک کی سطح پر انقلابی تبدیلیوں سے روشناس ہوا اور ایسے ایسے تجربات کیے گئے جس نے اُردو افسانے کو اعتبار اور وقار بخشا۔

(۳) : ۱۹۶۰ تا ۱۹۸۰ ء

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal Impact Factor 4.94 ISSN No. 2456-1665

جدیدیت تکلیفی رجحان ہے اس رجحان نے اُردو نثر پر گہرا نقش چھوڑا ہے۔ افسانے کے اس دور میں نئے نئے تجربے کئے گئے۔ علامتی اور تجریدی افسانہ نگاری نے افسانے کو نئی جہت سے آشنا کیا ہے۔ ان افسانوں میں ذات کی گمشدگی اور عصری دُنیا میں تنہا ہونے کا احساس، عدم تحفظ، بے بسی، بے یقینی، جیسے موضوعات کو سمویا گیا ہے۔ اُردو افسانے کے اس دور کے افسانہ نگار قرۃ العین حیدر، انتظار حسین، بلراج مین را، سریندر پرکاش، انور سجاد وغیرہ ہیں۔

قرۃ العین حیدر کے افسانوں کا موضوع ملک کی گنگا جمنی تہذیبی وحدت کا بکھراؤ ہے قرۃ العین حیدر نے ہندایرانی تہذیبی قدروں کو اپنی تخلیقات کا حصہ بنایا ہے جلاوطن، یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے، نظارہ درمیان ہے، حسب نسب، آئینہ فروش، شہر کوراں، فوٹو گرافر، روشنی کی رفتار وغیرہ ان کے اہم افسانے ہیں۔

انتظار حسین نے ہجرت، مایوسی، ڈر اور خوف کی نفسیات، مذہبی و اخلاقی اقدار کی شکست و ریخت، تقسیم ملک کے نتیجے میں پیدا ہونے والے سیاسی اور سماجی حالات تہذیبی و معاشرتی، رشتوں کا احساس کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ 'آخری آدمی'، 'زرد کیا'، 'خالی پنجرا'، 'کچھوئے'، 'شہر افسوس' 'مکتیں خط ہندوستان سے'، 'کایاکلپ' وغیرہ ان کے اہم افسانے ہیں۔ سریندر پرکاش نے افسانوں میں انسان کے ذہنی مسائل کو پیش کیا ہے اُنھوں نے کامیاب علامتی افسانے لکھے 'دوسرے آدمی کا ڈرائنگ روم'، 'بجوکا'، 'باز گوئی'، 'رونے کی آواز' وغیرہ اُنکے اہم افسانے ہیں۔

بلراج مین را، نے کامیاب علامتی افسانے لکھے ہیں۔ مین را کے افسانے جدید استعاراتی اور علاماتی اسلوب بیان کے کامیاب نمونے ہیں فرد کی ذلّت، مشینی دور کے انسان کے بے سروسامانی اور تنہائی کا کرب ان کے افسانوں کا موضوع ہے۔ افسانہ 'ماچس' مین را کا نمائندہ افسانہ ہے۔ اسکے علاوہ 'وہ'، 'ساحل کی ذلّت'، 'آخری کمپوزیشن'، 'شہر کی رات'، 'پورٹریٹ ان بلیک اینڈ بلڈ'، انکے اہم افسانے ہیں۔

انور سجاد نے طبقاتی کشمکش، جنسی بے راہ روی انسان کے اخلاقی اقدار کا زوال، ریاکاری، مفاد پرستی، مفلسی، فاقہ کشی، غرض اپنے عہد کے سماجی، اقتصادی، سیاسی، معاشی، جنسی مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ 'کونپل'، 'مرگی'، 'بچھّو'، 'واپسی'، 'سنڈریلا'، 'وغیرہ ان کے اہم افسانے ہیں۔

ان افسانہ نگاروں کے علاوہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۰ء تک دیگر افسانہ نگاروں نے بھی کامیاب افسانے تخلیق کئے ہیں۔

جدید اُردو افسانے کے ارتقاء میں نمایاں حصہ لینے والے افسانہ نگاروں میں احمد ہمیش (مکھّی، گنبد والا، کہانی)، اقبال مجید (پیٹ کا کیچوا، ہائی وے پر کھڑا درخت، جنگل کٹ رہے ہیں)، عوض سعید (بازیافت، اسائی، بازیچہ اطفال)، رتن سنگھ (سوکھی ہوئی ٹہنیوں میں اٹکا ہوا سورج، مریم، آخری اُداس آدمی)، غیاث احمد گدّی (ڈوب جانے والا سورج، پرندہ پکڑنے والی گاڑی، دیمک)، اقبال متین (سانپوں کی پٹاری، پرچھائیاں، زمین کا درد)، بلراج کومل، (کنواں)، کلام حیدری (اپنی آواز، تلاش، سخی) رشید امجد (شناسائی، دیوار بنا بوت)، خالد اصغر (سواری، شہر پناہ، سایہ)، جمیلہ ہاشمی (لہو کا رنگ، ہزار رنگ، ست رنگ، تارکا رنگ) احمد یوسف (تین گھروں کی کہانی، چراغ کشتہ، نقش نا تمام)، سلام بن رزّاق (رین کوٹ، حمام، دوسرا قتل)، انور خان (کوؤں سے ڈھکا آسمان، بھیڑیں، شناندار موت کے لیے)، انور قمر (قید، ڈر، چاندنی کے سپرد)، قمر احسن (قعلتہ، نیا منظر نامہ)، اکرم باگ (اقلیما سے پرے ہو)، آغا سہیل (وقت اٹھے گا، ہاتھی کے دانت)، ڈاکٹر شمیم نکہت (ممتا کا کرب، انصاف، بن باس، ہاتھ ہمارے قلم ہوئے)، علی امام (آگ اپنے اندر کی، سلسلہ، ملبہ کے نیچے دبا ہوا آدمی)، وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ ترقی پسند افسانہ نگار سماجی اور معاشی انقلاب کے ذریعے انسان کے انفرادی دُکھ درد اور اس کے ذاتی مسائل کو حل کرنا چاہتے تھے۔ جبکہ جدید افسانہ نگاروں کا زندگی اور اس کے مسائل کو سمجھنے اور پرکھنے کا انداز انفرادی تھا۔ ترقی پسند افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں بیانیہ اسلوب کو اختیار کیا تھا۔ او جدید افسانہ نگاروں نے علامتی طرز اظہار کو اپنایا، انھوں نے انسان کی معاشی بدحالی اور سماجی پس منظر کے مقابلے میں فکری او جذباتی آلودگی، داخلی شخصیت کے انتشار، اقدار کی شکست و ریخت اور صنعتی معاشرے کے مسائل کو اہمیت دی۔

(۴) : ۱۹۸۰ تا حال

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal Impact Factor 4.94 ISSN No. 2456-1665

۱۹۸۰ء کے بعد کا زمانہ اُردو افسانے کا مابعد جدید دور کہلاتا ہے جدیدیت سے پہلے کے افسانہ نگاروں نے بیانیہ اسلوب اختیار کیا تھا اور جدید افسانہ نگاروں نے علامتی و تجریدی طرزِ اظہار کو اپناتے ہوئے بیانیہ انداز سے انحراف برتا تھا۔ لیکن مابعد جدید دور بیانیہ کی واپسی کا دور ہے۔ اس دور میں ابہام و تجرید کی جگہ بیانیہ افسانہ لکھنے کا رجحان بھی بڑھا ہے اور استعارتی اور علامتی انداز بھی پروان چڑھا ہے۔ آج کہانی کا مرکز و محور انسان کی ذات ہے۔ موجودہ دور کے افسانہ نگاروں نے ترقی پسندوں کی یک رُخی حقیقت نگاری سے اجتناب کیا اور جدیدیت کی ابہام پسندی اور تجریدیت سے بھی دامن بچایا البتہ دونوں اسالیب کے بہترین عناصر کو مقبول کرنے میں پس و پیش نہیں کیا۔ شہر قصبہ اور دیہات کی نمائندگی کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ آج کے افسانہ نگاروں نے فرق یہ کیا کہ وہ اپنے اطراف کی زندگی میں اسی قدر شامل ہو گئے جس قدر کے ان کے کردار انھوں نے فرد کی ذاتی سوچ اور نجی مجبوری کو اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی ہمارا پورا سیاسی اور سماجی نظام افسانے کی گرفت میں آسکے۔

موجودہ دور کے منتخب افسانہ نگاروں میں سلام بن رزاق (انجام کار)، انور قمر (کابلی والا کی واپسی)، قاضی عبدالستار (سلسلہ کا گھنٹا)، نیر مسعود (طاؤس چمن کی مینا)، بیگ احساس (حنظل)، شوکت حیات (گھونسلا)، مظہر الزماں خان (پہلے دن کی تلاش میں)، انور خان (اپنائیت)، طارق چھتاری (نیم پلیٹ)، عبدالصمد (شہر بند)، سیّد محمد اشرف (ڈار سے بچھڑے)، مشرف عالم ذوقی (بھوکا ایتھوپیا)، سلطر رشید (ہانکا)، خالد جاوید (عکس نا آفریدہ)، احمد صفیر (ابابیلوں کو آنے دو)، نورالحسنین (بازی گر)، عارف خورشید (پہچان)، معین الدین جینابڑے (رِنگ ماسٹر)، یوسف عارفی (اس کی لاش)، ترنم ریاض (باپ)، م ناگ (اسکول)، مظہر سلیم (دیمک)، مقصود اظہر (نیوٹن کا تیسرا قانون) کا شمار ہوتا ہے۔

آج بھی اُردو افسانے کا سفر جاری ہے۔ گویا اُردو افسانہ اپنی ابتداء سے لے کر عصر حاضر تک انسانی زندگی کے مزاج کا مظہر بھی ہے اور انسان کی جذباتی اور نفسیاتی ضرورتوں اور تقاضوں کی تسکین کا وسیلہ بھی۔

مقالہ ہٰذا لکھنے کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے مدد لی گئی:

۔افسانہ اور اس کی غایت۔ مجنوں گورکھپوری۔ ص ۶۰

۔تحقیق و تنقید۔ اختر اورینوی۔ ص ۱۰۰

۔تنقید کیا ہے؟۔ آل احمد سرور۔ ص ۱۳۳

۔فنِ افسانہ نگاری۔ وقار عظیم۔ ص ۳۱

۔تنقید اور عملی تنقید۔ احتشام حسین۔ ص۔۴۹۔ بحوالہ اُردو میں مختصر افسانہ نگاری کی تنقید۔ ڈاکٹر پروین اطہر۔ ص ۷۸

۔اُردو مختصر افسانہ، فنی و تکنیکی مطالعہ۔ نگہت ریحانہ خان۔ ص ۲۴

۔اُردو افسانہ روایت اور مسائل۔ وزیر آغا۔ ص ۱۱۵

۔اُردو فکشن۔ مرتبہ آل احمد سرور۔ افسانے کا فن۔ رام لعل۔ ص ۱۵۴

۔اُردو کے تیرہ افسانے۔ ڈاکٹر اطہر پرویز۔ ص۔ ۱۲

۔اُردو ادب کی تاریخ۔ عظیم الحق جنیدی۔ ص ۲۴۰

From : Dr. Ansari Masood Akhtar

Asst. Prof. & Head Dept. of Urdu

MSS's Ankushrao Tope College, Jalna (M.S

nadvimasood@gmail.com